شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

پہلی فتح

بارگاہِ نبوّت میں عرض کیا گیا

کافروں کا لشکر مدینہ پہنچنے کو ہے۔ بڑی تیاریاں ہیں ان کا اپنا مال و اسباب ہی کیا کم ہے کہ یہودیوں اور بت پرستوں کی مدد بھی انھیں حاصل ہے۔

ارشاد ہوا...... مال و اسباب کی کثرت پر نہ جاؤ!

سب کے دل سے صدائیں اُٹھیں...... بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے یہ سرفروش بے زر اور بے گھر سہی، دولتِ ایمان سے سرفراز ہیں۔

اللہ کا حکم ہے......وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ. (سورت شوریٰ، آیت: ۳۸)

(اُمّت کی فلاح کے لیے) آپس میں مشورہ کرو۔

ایک ایک سے رائے پوچھی گئی۔ مل بیٹھنے کا مقصد یہی تھا۔ اونچ نیچ پر خوب غور کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا اس کا مطلب تھا......تن من دھن سب حاضر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات کا حاصل تھا......خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ (سورت بقرہ، آیت: ۱۹)

سعد بن عُبادہ بولے......واللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ [۱] آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو ہم برکِ الغماد [۲] تک گھوڑے دوڑاتے چلے جائیں۔

مِقداد نے عرض کیا......ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف لڑیں گے۔ [۳]

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو خوش ہو کر اُٹھے۔ (بخاری، زاد المعاد، سیرت ابنِ ہشام)

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ابھی ابھی قبلہ بدلا ہے۔ پہلا رمضان ہے اور ہجرت کا دوسرا برس کہ وہ دن آیا، جسے قرآن مجید میں یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ جھوٹ اور سچ میں فرق کرنے والا دن، فیصلے کا دن! [۴]

مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے ہیں پھر بھی دشمن کی نظر میں ہیں۔ مشرکین ٹولیاں بنا کر نکلتے ہیں۔ کبھی دن میں کبھی رات میں! کبھی راہ چلتے مسلمانوں کو لوٹتے ہیں۔ کبھی سرِ شام چھاپہ مارتے ہیں۔ اس پر بھی دل نہیں بھرتا تو جو

غریب مکّے میں رہ گئے ہیں ان پر ظلم توڑتے ہیں ان کا جگر کھودتے ہیں سوچتے ہیں......ہم لات و منات [۵] کے بچاری! رتبے میں اونچے، تعداد میں بڑے، اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیدائی! نہ مال کے نہ منال کے۔ صورت کے فقیر تعداد میں حقیر۔ کیوں نہ کوئی ایسی صورت ہو کہ ایک ہی مار میں ان کا خاتمہ ہو جائے۔

مدینے کے منافقوں کو پیغام بھیجے گئے......دیکھنا کوئی دن میں ہم ان حق پرستوں کی کیا گت بناتے ہیں۔ ذرا ابو سفیان شام سے لوٹ کر تو آجائے۔ پھر ہم اپنی پسند کا محاذ کھولیں گے اور جب جی چاہے گا مدینے پر چڑھ دوڑیں گے۔

کبھی کہلواتے......مسلمانوں کو فوراً مدینہ سے باہر نکالو ورنہ ان کے ساتھ تمھارا بھی بیڑہ غرق سمجھو۔ [۶]

ارشادِ ربّانی ہے......(وہ) اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور خدا کی راہ سے روکتے ہوئے نکلے۔ [۷]

یہ سب کچھ صرف اس لیے ہے کہ حق پرستوں نے اپنے لیے ایک گوشۂ عافیت چن لیا ہے۔ چاہتے ہیں کہ اس جگہ آزادی کے ساتھ خدا کا نام لیں اور اپنی پسند کی زندگی گزاریں لیکن مکے کے ظالموں سے یہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ سر جوڑ کر بیٹھتے۔ سازشوں کے جال بنتے۔ تلووں سے لگی کبھی سر میں جا بجھتی کبھی دل میں بھڑک اٹھتی۔ آخر وہ دن آیا کہ ابوجہل مکے سے نکل کھڑا ہوا۔ ایک ہزار کا لشکر ساتھ ہے۔ امرائے قریش سرخ اونٹوں پر سوار ہیں، چھے سو زرہ پوش ہیں۔ سو سواروں کا دستہ آگے آگے ہے۔ [۸] ساز و یراق سے آراستہ، کیل کانٹے سے لیس! سامان کا کال نہیں، خیمہ و خرگاہ کی کمی نہیں۔ سات سو اونٹ ساتھ ہیں روپے پیسے کی ریل پیل ہے۔

بارہویں رمضان کو مدینے کی گلیوں سے اپنا قافلہ نکلا۔ [۹] کوئی اس مٹھی بھر لشکر کو دیکھتا! اس میں اللہ کے وہ نیک بندے تھے جن کے بارے میں کہا گیا......وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ. [۱۰]

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں۔

اللہ کے سپاہیوں کی کیا بے سروسامانی ہے! کسی کے پاس زرہ ہے تو کسی کے پاس خود نہیں۔ کسی کے پاس کام کا ہتھیار ہے تو کسی کے پاس ڈھال نہیں۔ کل دو گھوڑے، [۱۱] ستر اونٹ ہیں۔ جملہ تین سو تیرہ جانباز! [۱۲] ان میں معاذ اور مُعَوِّذ جیسے نوعمر بھی شامل ہیں اور عمیر بن وقاص جیسا کمسن بھی شریک ہے جس کی تلوار پر تلے میں باندھی جاتی ہے تو زمین پر آ کر ٹک جاتی ہے۔

مالک بن اُہَیب کے تین بیٹے تھے۔ سعد، عامر اور عمیر۔ تینوں اسلام کے فدائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور ہمّت کے دھنی تھے۔

مسلمان بدر کی طرف چلے ہیں تو مجاہدوں میں ایک کمسن لڑکا بھی تھا جو ادھر اُدھر چھپتا پھر رہا تھا۔ بڑے بھائی سعد نے دیکھا عمیر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں بچائے پھر رہے ہیں تو پاس پہنچے بولے......کیا بات ہے عمیر؟

حضرت عمیر نے جواب دیا...... بھائی میں اس لڑائی میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں لیکن ڈر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں مجھے روک نہ دیں۔ میدانِ جنگ میں پہنچنے تک اسی طرح چھپتا پھروں گا۔

کس عمر میں اور کیا جذبہ تھا۔ حضرت سعد کے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں۔ بھائی سے کہا...... یہ تو مناسب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر لڑائی میں شامل ہو جاؤ۔ بہتر ہے کہ ابھی جاؤ اور اجازت مانگو، شاید اجازت مل جائے۔

لشکرِ اسلام ابھی نقبِ بنی دینار ہی میں تھا کہ حضرت عمیر خدمتِ نبوی میں پیش ہوئے۔ رئیسِ خاندان کا بیٹا...... روپے پیسے کی ریل پیل میں پلا بڑھا...... بھائیوں میں چھوٹا...... خاندان کا لاڈلا، کوئی اور ہوتا تو ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا جاتا کہ یہ دن سر پر کفن باندھ کر میدان میں جانے کے نہیں، لیکن بھائی، سگا بھائی دل بڑھا رہا ہے...... جاؤ آگے بڑھو، اجازت مانگو، یہی موقع ہے اگر خدا نے سرفراز کر دیا تو شہادت کی سعادت نصیب ہوگی۔

اللہ اللہ کیا انسان ہیں اور کیا ایمان ہے! موت کی ذرّہ برابر پروا نہیں...... زندگی کے ہر عیش و آرام کو ٹھکرائے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ تمنّا ہے تو ایک ہی ہے کہ اسلام کا نام زندہ رہے۔ اپنی ہستی چاہے مٹ جائے۔

مدینے سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر فوجوں کا معائنہ ہوا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مجاہدوں کی صف سے چھانٹ کر الگ کر دیے گئے۔ ان سے کہا گیا...... میدانِ جنگ میں بچوں کا کیا کام!

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی محرومی پر رو پڑے۔ [۱۳] دوڑتے ہوئے بھائی کے پاس پہنچے...... بولے میں نہ کہتا تھا مجھے روک دیا جائے گا۔ اب چلیے اور میری سفارش کیجیے۔ خدمتِ نبوی میں دونوں بھائی حاضر ہوئے۔ حضرت سعدؓ بھی سخت بے چین ہیں اور عمیر کی آنکھوں سے تو آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے۔

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... عمیر ابھی کمسن ہے!

عرض کیا گیا...... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ عمر کم سہی لیکن ہمّت جوان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا عمیر زار و قطار روئے چلے جا رہے ہیں۔ پاس بلایا تو عرض کیا...... خدا کے سچے رسول اللہ! مجھے جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت ہو!

یہ تڑپ! یہ جذبہ! یہ ایمان! جس نے عمیر کو دیکھا عزم و ہمّت کی چٹان بن گیا۔ سولہ برس کی بھی عمر نہ تھی مگر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مل گئی۔ [۱۴]

وادیٔ بدر میں ایک کنوئیں [۱۵] کے قریب اللہ والوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ یہیں گھاس پھوس اور کھجور کے پتوں سے ایک چھپر تیار کیا گیا ہے۔ یہ دنیا کے سب سے جلیل القدر سپہ سالار کا کنٹرول روم ہے۔ [۱۶] یہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری رات آنکھوں میں کٹی ہے...... کبھی دونوں ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا مانگتے ہیں...... بارِ الٰہا! تیرا آسرا تیرا ہی سہارا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پاس ہیں چادر کندھے سے گر جاتی ہے تو درست کر دیتے ہیں۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سربسجدہ ہیں تو کبھی گڑگڑا رہے ہیں کہ...... خداوندا! یہ تیرے چند بندے اگر مٹ گئے تو پھر تیرے نام لیوا باقی

نہ رہیں گے۔ تیرا وعدہ ہے کہ میری مدد فرمائے گا۔ مولا! آج اس وعدے کو پورا فرما۔[۱۷]

اسی عالم میں صبح ہوئی اور اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کا پیام آیا......

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ.[۱۸]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھیں بدر کے مقام پر مدد دی جب کہ تم کمزور تھے۔

مدینے سے کوئی ستر اسّی میل دور شام کے راستے میں ایک بیضوی میدان ہے ٹیلوں ٹبوں سے گھرا ہوا...... یہی میدانِ بدر ہے۔

ابنِ مسعود کا کہنا ہے کہ سترھویں رمضان کو پو پھوٹی تو سورج کے ساتھ لشکر بھی طلوع ہوئے۔[۱۹] عُتبہ نے گھوم پھر کر اپنے لشکر کو دیکھا۔ تیر انداز، زرہ پوش، نیزہ باز، شہسوار سب تیار تھے۔ شیبہ، ولید، ابو جہل، اُمیّہ، عباس، عقیل، نوفل، عمر بن عدوَدّ۔ ایک سے ایک بڑا رئیس، ایک سے ایک بہادر! آج سبھی میدانِ جنگ میں موجود تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی فوج کو ملاحظہ فرمایا۔[۲۰] سوچا ایک اور تین کا مقابلہ ہے بلکہ بات کچھ اس سے بھی بڑھ کر ہے! خود بنفسِ نفیس، صف بندی فرمائی۔ پھر ارشاد کیا...... دشمن آگے بڑھے تو اُسے قریب آنے دو۔ اتنا کہ وہ تمھارے تیروں کی زد میں آجائے!

محفوظ دستے سے فرمایا...... بلا اجازت لڑائی میں حصہ نہ لینا!

اتنے میں مشرکین کی فوج نے لات وہُبل [۲۱] کے جیکارے بھرے۔ شگون لیے اور پھر اگلی صف سے عُتبہ نکلا۔ سردارِ لشکر! رئیسِ مکّہ! سینے پر شترمرغ کے پَر لگے تھے۔ دولت و امارت کی نشانی! پیچھے پیچھے شیبہ اور ولید چلے آئے۔ ایک بھائی ایک بیٹا! اسلامی لشکر کے آگے کھڑے رہ کر انھوں نے مسلمانوں کو کچھ یوں للکارا...... جسے موت کی آرزو ہو آگے بڑھے!

عوف، مُعاذ اور ابن رواحہ آگے نکلے۔[۲۲] عُتبہ نے کہا...... تم ہم سے لڑو گے! نہیں! جاؤ محمد کے گھرانے والوں کو بھیجو!

یہ بھی عجیب لڑائی تھی، بڑی عجیب لڑائی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سب آپس میں بھائی بند تھے۔ خون کے رشتے میں پروئے ہوئے لیکن بھائی بھائی کے مدّ مقابل تھا اور بیٹا باپ کے درپے! آج گرہ خون کے رشتے کی نہیں اللہ کے نام کی تھی!

يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ.[۲۳]

ترجمہ: آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں۔ گو وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اب حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ نکلے اور لشکرِ اسلام سے یا حیُّ یا قیوم کا نعرہ بلند ہوا۔حق اور باطل ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے، ایک دوسرے سے لپٹ پڑے۔ یہ داؤ وہ پینترا، یہ گھات وہ ضرب! طوفانِ نوحؑ کا ریلا تھا۔ پہاڑوں کی ٹکر تھی۔تلواروں کی لونہیں بجلیاں سے کوندرہی تھیں کہ حضرت حمزہؓ کے آگے عتبہ جیسا سورما اور حضرت علیؓ کے آگے ولید جیسا بہادر پڑے دم توڑ رہے تھے۔عبیدہؓ زخموں سے چور تھے کہ ساتھیوں نے بڑھ کر سنبھالا اور شیبہ ڈھیر ہو کر گر پڑا۔

یہ دیکھ کرعبید بن عامر اٹھلاتا ہوا نکلا اور مسلمانوں کو للکارا۔وہ چار آئینہ سج کر نکلا تھا۔آدمی کیا فولاد کا دیو معلوم ہوتا تھا۔بس صرف دو آنکھیں کھلی تھیں جو فولادی ٹوپی سے جھانک رہی تھیں صف سے نکلا تو مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا۔حضرت زبیرؓ نے دیکھا دشمن اپنی زرہ پوشی پر نازاں ہے تو نیزہ لے کر آگے بڑھے اور اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا۔وار اس غضب کا تھا کہ نیزے کا پھل دیدے میں چُبھ کر مغز چاٹتا گدّی میں گڑ کر رہ گیا اور جب وہ چکرا کر گرا تو نیزہ ایسا چبھا ہوا تھا کہ اس کی لاش پر پیر رکھ کر حضرت زبیرؓ نے پوری قوت سے جھٹکا دیا تب بھی بڑی مشکل سے باہر نکلا۔نکلا تو اس حال میں کہ پھل آگے سے مُڑ گیا تھا۔[۲۴]

مشرکین نے دیکھا ان کے نامی گرامی سردار مارے گئے تو مسلمان پر ہلّہ بول دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کنکریاں زمین پر سے اٹھائیں۔ان پر کچھ دم کیا اور مشرکین کی طرف پھینک کر فرمایا......شَاهَتِ الْوُجُوْهُ. اَللّٰهُمَّ ارعُبْ قُلُوْبَهُمْ وَ زَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ.

ترجمہ: اُن کے چہرے رسوا اور ذلیل ہوئے۔اُن کے دلوں پر خوف طاری ہوا اور قدم اکھڑ گئے۔

اب عام جنگ شروع ہوگئی۔[۲۵] حمزہؓ، علیؓ، زبیرؓ، ابودجانہؓ، مقدادؓ، ابنِ عوفؓ سعدؓ ان پر پل پڑے۔شیر کچھار سے نکلے تھے۔کس کی ہمت تھی کہ ان کے آگے آتا۔جو آگے آیا مارا گیا۔عمرو بن عَبد وَدّ جیسا جری جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔چکرا کر گرا اور زخمی ہو کر بھاگا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے[۲۶]...... میں تیر چلا رہا تھا کہ دیکھا دو لڑکے میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے قریب ہو کر کہا......ذرا یہ تو بتا دیجیے کہ ابوجہل کون سا ہے؟

میں نے کہا......کیوں؟

جواب ملا......ہم نے آج خدا سے عہد کیا ہے کہ جہاں اسے دیکھ پائیں گے قتل کر دیں گے یا خود لڑ کر مر جائیں گے۔

میں نے اشارے سے بتایا......وہ دیکھو!

انھوں نے دیکھا...... دور دُبلا پتلا۔ روکھے پیکھے چہرے کا ایک آدمی کڑک آواز اور سخت لہجے میں چیختا چلّاتا اپنے لشکر کے آگے پیچھے گھوڑا دوڑاتا پھر رہا تھا۔

دونوں نے اسے دیکھ لیا تو شیر کی طرح جھپٹے اور باز کی طرح اپنے شکار پر جا گرے۔ پلک جھپکتے میں ایک نے

تلوار تولی اور ہاتھ چلا دیا۔ ابوجہل اپنے گھوڑے سے گرا اور زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑنے لگا۔[۲۷]

عِکرمہ نے دیکھا کہ باپ خون میں لت پت دم توڑ رہا ہے۔ تو بھاگتا ہوا آیا اور حملہ آور پیچھے سے وار کر دیا۔ حضرت مُعاذ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا مگر اس کا تسمہ لگا رہا۔[۲۸] معاذ پلٹے۔ عکرمہ پر جھپٹے وہ کنّی کاٹ جان بچا کر بھاگا۔ ہاتھ [۲۹] سے خون کے فوّارے چھوٹ رہے تھے لیکن واہ رے بہادر چہرے پر شِکن تک نہ تھی وار پر وار کیے جا رہے تھے۔ دیکھا لٹکتا ہوا ہاتھ لڑنے میں آڑے آتا ہے تو اپنے پیر تلے داب کر اِس زور سے جھٹکا مارا کہ تسمہ ٹوٹ گیا پھر دڑاتے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ اللہ! یہ حالت اور یہ جرأت! جس نے دیکھا اس پر ہیبت وجلال سے سکتہ جاری ہوگیا...... یہ تھے وہ سرفروش جنھوں نے اپنے خون سے ملّت کی تاریخ میں فتح کا پہلا عنوان لکھا۔[۳۰]

ایمان وعشق وآگہی کا ابتدائی باب!

کارزارِ وجود میں بدر وحنین کے معرکہ ہائے عشق تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابراہیمی ایمان زندہ ہو تو آج بھی...... آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا۔

حواشی

[۱] صحیح مسلم۔ باب جہاد وسیر۔ سیرت نگاروں نے یہ جملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے۔ فتوح العرب۔ سیرت ابن ہشام، طبری، سیرت ابن کثیر، زاد المعاد اور اسد الغابہ میں بھی یہی ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری (جلد: ۷، ص: ۳۲۴) اور زرقانی نے شرح مواہب (جلد: ۱، ص: ۴۱۴) میں طبرانی کی روایت سے بحث کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دونوں کی زبان سے یہ جملہ نکلا۔ ایک خیال بالخصوص طبرانی کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کہا تھا۔ ابن حجر نے ابنِ علی کی روایت بھی دی ہے جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلا کی (جلد ۱، ص: ۱۹۸) میں سعد بن عبادہؓ ہی کا نام لکھا ہے۔ عیون الاثر میں سعد بن عبادہ کا نام ہے۔ موسیٰ بن عُقبہ ابن عبادہ کو اصحابِ بدر میں شامل نہیں کرتے لیکن ابن اسحٰق، طبری، مدائنی اور بہت سے مؤرخین انھیں بدری سمجھتے ہیں کیونکہ عین موقع پر کتانہ کاٹا تو وہ مصافِ جنگ میں اتر جاتے۔)[۲] یمن یا حبشہ کے دور دراز گاؤں کا نام۔[۳] بخاری باب مغازی (ابن مسعود) عینی شرح بخاری۔[۴] يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ. (فیصلے کے دن جس دن دونوں جماعتیں (مومن اور مشرک) ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ سورت انفال، آیت: ۴۱)[۵] لات معنی ہیں دیوی۔ طائف میں اس کا بت کدہ تھا۔ بنوثقیف اسے مانتے تھے، لات کے استھان کی ایسی ہی عزت کی جاتی تھی جیسے خانہ کعبہ کی۔ مشرکینِ ملّہ بھی یہاں یاترا کو آتے تھے۔ یہ ایک چوکور پتھر تھا، بالکل ناتراشیدہ، کوئی مورت یا شکل بھی نہیں تھی، مندر کے اخراجات کے لیے زمین وقف تھی۔ حرم بھی مقرر تھے، مندر کے اطراف شکار کھیلنا، درخت کاٹنا اور کشت وخون کرنا سختی سے منع تھا۔ لات کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکّے میں ایک پتھر پر زائرینِ بیت اللہ کے لیے ستو تیار کیا جاتا تھا اسے لات کہتے تھے۔ بنوثقیف میں ایک آدمی بھی اس نام کا تھا۔ وہ مرا تو کسی نے یہ بات اڑا دی کہ وہ مرا نہیں اپنے ہم نام پتھر میں گھس گیا ہے بس پھر کیا تھا اس پتھر کی پوجا ہونے لگی۔ عزیٰ تین درختوں کا نام تھا، لات، عزیٰ اور مناۃ بت پرستوں کی نظر میں خدا کی

بیٹیاں تھیں۔عزیٰ کے معنی ہیں زہرا۔خوب روشن ستارہ۔وادیٔ نخلہ میں اس کا مندر تھا۔قریش اور کنانہ اس کے بجاری تھے۔کلبی کا بیان ہے کہ قریش سب سے زیادہ عزیٰ ہی کو پوجتے تھے اس کی نذر کے لیے آدمی بھی کاٹے جاتے تھے۔[۶] سننِ ابی داوٗد۔[۷] سورت انفال، آیت: ۴۷۔[۸] تنبیہ واشراف۔[۹] ابنِ سعد ہفتہ، واقدی اتوار، ابنِ ہشام پیر کا دن، ۸/رمضان لکھتے ہیں، مسعودی ۳/رمضان، قسطلانی ہفتہ ۱۲/رمضان۔[۱۰] سورت توبہ آیت: ۱۰۰، اشارہ اصحابِ بدر کی طرف بھی سمجھا جاتا ہے۔[۱۱] تاریخ الکامل (غزوۂ بدر) یومِ بدر میں ایک ہی گھوڑا تھا (حضرت علی طبری، جنگِ بدر اور طبقات ابنِ سعد حصہ سوم صحابۂ کرام۔مقداد) قسطلانی نے لکھا ہے کل تین گھوڑے تھے۔[۱۲] تعداد میں اختلاف ہے کہ میدانِ جنگ میں کتنے مجاہد اترے ۳۰۵، ۳۱۳، ۳۱۴ یا ۳۳۵۔ایک روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ۳۱۳ صحابۂ کرام جمع ہوئے تھے، ان میں سے چھے کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف کاموں پر روانہ کر دیا تھا۔دو کو مدینے میں ٹھہرایا تھا۔اس طرح ۳۰۵ میدانِ جنگ میں اُترے۔دوسری روایت ہے کہ مجاہدین ۳۱۴ تھے (مہاجرین ۸۳۔اوس ۶۱۔خزرج ۹۱۔دیگر انصار ۷۹۔جملہ ۳۱۴) اپنی تصنیف اصحابِ بدر میں قاضی سلیمان نے ۳۳۵ کی تفصیل دی (مہاجرین ۸۷۔انصار ۲۴۸) مہاجرین کی تعداد ۷۴ بھی بتائی گئی ہے۔طبری نے (واقعات ۲ھ) میں اور ابن اثیر نے الکامل میں لکھا ہے کہ ۷۷ مہاجرین نے لڑائی میں حصہ لیا البتہ غنیمت میں حصہ ۸۳ کو ملا۔[۱۳] فتوح العرب (واقدی) [۱۴] طبقات ابن سعد (حصہ سوم) [۱۵] وادیٔ صفراء (ص ف راء) اور جار کے درمیان وادی کے نشیب میں کنویں کا نام ہے۔یہ کنواں بدر بن یخلُد (ی خ ل د) بن نضر بن کنانہ کے نام پر مشہور ہے۔بدر اور مدینہ میں سات منزلوں کا فاصلہ ہے۔بدر چار مقامات میں تقسیم ہے۔جن کے نام یہ ہیں: بدر الموعد، بدر القتال، بدر الاولی اور بدر الثانیہ۔جو تھوڑے تھوڑے فاصلے کے ساتھ واقع ہیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر قبیلۂ بنی ضمرہ کا ایک فرد تھا جو یہاں رہ پڑا تھا، کنواں اسی کے نام سے منسوب ہو گیا۔معجم البلدان، جلد: ۱، مطبوعہ بیروت ۱۹۵۵ء)۔[۱۶] عیون الاثر اور طبری (سعد بن معاذ)۔[۱۷] ابن عباس (بخاری) [۱۸] سورت آل عمران، آیت: ۱۲۳)۔[۱۹] م ۱۳/ مارچ ۶۲۴ء جمعہ تھا۔(مواہب، طبری)۔[۲۰] ابنِ عباس (مسلم) قسطلانی (مواہب لدنیہ)۔[۲۱] ہُبل انسانی شکل کا بت تھا، اسے عمرو بن لحی جس سے بنو خزاعہ کا سلسلہ چلا عراقِ عرب سے لے آیا تھا۔حیرہ کے مقام ہبت سے۔آرامی زبان میں ہُبل کے معنی روح یا بھاپ کے ہیں، اسے اس گڑھے پر نصب کیا گیا تھا جو بیت اللہ کی چہار دیواری میں حضرت ابراہیم نے کھودا تھا۔بعد میں اس میں چڑھاوے کی رقوم اور نذریں رکھی جاتی تھیں۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسے بیت اللہ کی چھت پر لگایا گیا تھا، یہ مشرکینِ قریش کا سب سے بڑا بت تھا، اس کے بازو تیر رکھے رہتے تھے جن سے کاہن قرعہ ڈالتے تھے۔ہُبل فتح وکامرانی کا دیوتا سمجھا جاتا تھا، قریش نے احد کی لڑائی میں اس سے منتیں مانی تھیں، اسی لیے ابوسفیان ہر جگہ میدانِ جنگ میں اُعل الہُبل کے نعرے لگاتا پھر رہا تھا۔فتحِ مکّہ کے موقع پر اور بتوں کے ساتھ اس بت کو بھی توڑ دیا گیا۔[۲۲] قسطلانی۔ابن ہشام نے معاذ کے بجائے مُعوِّذ لکھا ہے۔بعض روایتوں میں ہے مُعاذ، مُعوِذ اور عوف مقابلے کے لیے نکلے۔تینوں بھائی تھے اور تینوں انصاری تھے۔[۲۳] سورت مجادلہ، آیت: ۲۲۔حضرت ابو حذیفہ اور حضرت ابوعبیدہ کے والد اور حضرت ابوبکر کے صاحبزادے کافر تھے اور میدان میں مقابلے پر موجود تھے۔[۲۴] اللہ کے نبی نے یہ نیزہ بطور یادگار حضرت زبیر سے لے لیا۔حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تک یہ نیزہ خلفائے راشدین کے پاس رہا پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کی اس خصوصی یادگار کو مانگ لیا۔والد عوّام بیٹے کو بڑا نہ دیکھ سکے۔تربیت والدہ صَفِیّہ بنت عبدالمطلب نے کی اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سگی پھوپھی تھیں حاکم نے لکھا ہے سولہ برس کی عمر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔چچا نوفل بن خویلد نے جو باپ کے مرنے کے بعد ان کے سرپرست تھے سخت مظالم کیے کہ اسلام سے پھر

جائیں لیکن ایسا نہ ہوا حتیٰ کہ تنگ آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حبشہ چلے گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نیزہ پھینکنے میں جو کمال حاصل تھا ہوسکتا ہے کہ اس میں حبشہ کی ہجرت سے انھیں فائدہ پہنچا ہو کیونکہ حبشی سانگ (چھوٹا نیزہ) پھینکنے میں طاق ہوتے تھے۔ یہ ان کا قومی ہتھیار تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے لوٹے تو نجاشی نے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں تین نیزے نذر بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک نیزہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا تھا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر حضرت زبیر زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ کنزالعمال (جلد:۶،ص:۴۱۶) میں ہے زبانِ رسالت سے بیان ہوا کہ آج فرشتے بھی اسی طرح آئے ہیں۔ ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف حضرت جبرئیل کا عمامہ زرد رنگ کا تھا دوسرے فرشتے سفید عمامے پہنے ہوئے تھے۔ محتاط اندازہ ہے کہ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ۲۶۔۲۷ سال کے ہوں گے۔ [۲۵] اس موقع پر مسلمانوں کا شعار اَحد اَحد تھا۔ (سیرت ابنِ ہشام) [۲۶] بخاری۔ (مغازی) [۲۷] جس مصافِ جنگ میں پے در پے رن پڑتے ہیں وہاں بھی کوئی مجھ سے الجھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ میں اونٹ کا دو سالہ پٹھا اور نکیلے دانتوں والا ہوں۔ میری ماں نے مجھے حرب وضرب ہی کے لیے جنا ہے۔ رجز کے یہ بول میدانِ بدر میں ابوجہل کی زبان پر تھے کہ اللہ نے اسے کیفرِ کردار کو پہنچایا۔ [۲۸] فتح الباری (جلد ہفتم،ص:۲۰۱) میں ہے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ رسولِ خدا سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر تھے۔ ان کی وفات کے بارے میں ابنِ اسحٰق نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔ ایک خیال یہ ہے کہ ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ بدر میں زخمی ہوئے اور کچھ دنوں بعد انتقال کرگئے۔ ابوجہل پر ان کے ساتھ ان کے بھائی مُعوّذ نے بھی حملہ کیا تھا، دونوں بھائی زراعت کرتے تھے۔ [۲۹] عکرمہ کا ہاتھ بھی اس روز کٹ گیا تھا۔ (واقدی)۔ [۳۰] ۱۴ مجاہدین شہید ہوئے۔ استیعاب شرح مواہب۔ چھے مہاجر تھے۔ آٹھ انصار یہ تعداد ۲۳ بھی بتائی جاتی ہے مگر ۱۷ سے زیادہ کے نام نہیں ملتے۔ (قاضی سلیمان اصحاب بدر) کا فر ستر قتل ہوئے اور ستر قید۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک میدانِ جنگ میں پہنچ کر دشمن کے مقابلے میں زیادہ بہتر جگہ پر فوجیں اتاریں، پانی کے چشمے اپنے قبضے میں لے لیے۔ یہاں اپنے لیے مجاہدِ اعظم نے ایک کنٹرول روم (عریش) بنوایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چیف آف اسٹاف قرار پائے۔ سارے احکامات کنٹرول روم سے جو ایک ٹیلے پر واقع تھا انھیں کے ذریعے مجاہدوں تک پہنچتے تھے۔ یہ پہلی تبدیلی تھی جو طریقۂ جنگ میں عمل میں آئی۔ دوسری تبدیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کی کہ لشکرِ اسلام کا پرچمِ جنگ بنوایا۔ اُس وقت تک بڑے پرچموں کا رواج نہ تھا، ہر قبیلہ اپنی جھنڈی لے کر نکلتا تھا۔ مہاجرین اور انصار کے جُدا جُدا پرچم اس موقع پر بھی تھے مگر علَمِ جنگ سب میں نمایاں تھا۔ تیسری تبدیلی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کی کہ مسلمانوں کی صفیں ترتیب دیں۔ اس سے پہلے عرب کی لڑائیوں میں صف بندی کا کوئی تصور نہ تھا۔ رسد کا کوئی مرکزی انتظام نہیں ہوسکا۔ مسلمان اپنے ساتھ خود ہی ستو اور کچھ کھانے کی چیزیں لے آئے تھے۔ مسلمانوں کو ہوشیاری، صبر اور استقامت کی خصوصی تلقین کی گئی۔ ان کا شعار مقرر ہوا جو لفظ اَحد تھا۔ لڑائی چھڑنے کے بعد سے ختم ہونے تک مسلمانوں میں مکمل نظم برقرار رہا۔ بہتر قیادت منصوبہ بندی اور شجاعت ونصرت کی وجہ سے فتح حاصل ہوئی۔ لڑائی میں تیر، تلوار، نیزے اور پتھر استعمال ہوئے۔ بندی میں جو مشرکین پکڑے گئے ان سے ایک ہزار سے چار ہزار فی کس تک رہائی کے لیے فدیہ لیا گیا جس سے مسلمانوں کو دو اور ڈھائی لاکھ درم کے درمیان آمدنی ہوئی۔ کچھ نادار قیدیوں نے فدیے میں مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔

(رزمِ حق وباطل، صفحہ:۷۵)